تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر: 4
جون: 2014
شمارہ: 6

ایڈیٹر: مقصود الحق
نائب ایڈیٹر: آصف علی پرویز، رانا عبدالرزاق خاں
مینیجر: سید نصیر احمد

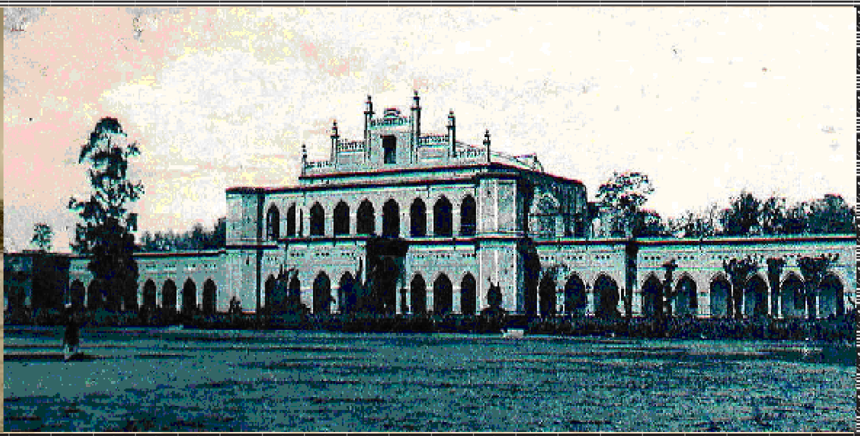

Taleem-Ul-Islam College
Old Students
Association - U.K

53, Melrose Road,
London, SW18 1LX.
Ph. : 020 8877 5510
Fax: 020 8877 9987
e-mail:
ticassociation@gmail.com

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

قال اللہ تعالیٰ

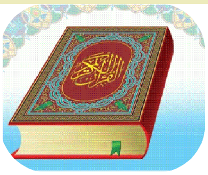

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

ترجمہ: وہ جسے چاہے حکمت عطا کرتا ہے اور جو بھی حکمت دیا جائے تو یقیناً وہ خیرِ کثیر دیا گیا اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔

(البقرہ:270)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ مَا وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا۔ (ترمذی)

ترجمہ: حکمت اور دانائی کی بات تو مومن کی اپنی کھوئی ہوئی چیز ہوتی ہے، اسے چاہیے کہ جہاں بھی اسے پائے، لے لے کیونکہ وہی اس کا بہتر حقدار ہے۔ (چالیس جواہر پارے صفحہ 115)

کلام الامام

حکمت حضرتِ فیاض کی طرف سے عطا کردہ ایک نور ہے

”سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیرِ کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحرِ محیط کے رنگ میں ہیں جو کلامِ الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلیٰ درجہ کے حقائقِ حقہ ان کے نفسِ آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں ان پر منکشف ہوتی رہتی ہیں۔“ (براہین احمدیہ جلد اوّل صفحہ 533)

”بابرکت علم وہی ہوتا ہے جو عمل کے مرتبہ میں اپنی چمک دکھلاوے اور منحوس علم وہ ہے جو صرف علم کی حد تک رہے، کبھی عمل تک نوبت نہ پہنچے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 446)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

احمدی نے علم و معرفت کے میدان میں سب سے آگے بڑھنا ہے۔ ذرا سی محنت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ وعدہ ہے کہ آپ کے فرقے کے لوگ علم و معرفت میں ترقی کریں گے، تو اس کا بھی فائدہ اٹھانا چاہئے ہمارے ہر طالبعلم کو، اور جب کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ مدد فرمائیگا۔ انشاء اللہ۔

المنار نیوز لائن

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے پوتے کی ولادت باسعادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے مورخہ 18 مئی 2014ء کو سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو دوسرے پوتے اور محترم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام حضورِ انور نے مرزا معاذ احمد عطا فرمایا ہے۔

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، مکرم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب اور جملہ افرادِ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دلی مبارکباد پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نومولود صاحبزادہ مرزا معاذ احمد کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تمام دعاؤں کا وارث بنائے جو آپ نے اپنی اولاد اور ذرّیت کے لئے کی ہیں۔ آمین۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے سابق طالب علم اور تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبر ہیں۔

کلام الامام... (انتخاب از دُرِّثمین)

کر اِن کو نیک قسمت، دے اِن کو دین ودولت
کر اِن کی خود حفاظت، ہو اِن پہ تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزّت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

☆☆☆

اے میرے بندہ پرور کر اِن کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج وافسر
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

☆☆☆

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر اِن کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیک و گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

☆☆☆

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے کی سالانہ تقریب اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب

(فرمودہ 25 جنوری 2014ء بروز ہفتہ بمقام طاہر ہال مسجد بیت الفتوح، مورڈن لندن)

جب اپنے اپنے دور کی یادیں اکٹھے بیان کریں تو ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جہاں بزرگ اساتذہ کیلئے دعائیں بھی نکلتی ہیں اور ان کی نیکیوں کو جاری کرنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوتی ہے

مختلف پرنسپل صاحبان آتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بھی ایک احمدی کا جو کردار ہے اس کو، یا جماعت کا جو کردار ہے اس کو ہر طالب علم پر خواہ وہ احمدی تھا یا غیر از جماعت تھا اس کے اندر راسخ کرنے کی کوشش کرتے رہے اور وہ یہی ہے کہ محبت پیار سے رہنا اور اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی طرف توجہ دینا۔

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری تفریح اور بے تکلفی کی بھی کچھ حدود ہیں، کچھ روایات ہیں

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر دفعہ احمدی ہی عہدیدار منتخب ہو۔ اگر کوئی غیر از جماعت ایسا ہے جو ہماری ایسوسی ایشن کا ممبر بنتا ہے تو وہ بھی منتخب ہوسکتا ہے

نوٹ: مورخہ 25 جنوری 2014 کو بیت الفتوح لندن میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی سالانہ تقریب منعقد ہوئی تھی جس میں حضرت امیر المومنین ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت بنفس نفیس شرکت فرمائی اور اس موقع پر حاضرین محفل سے خطاب بھی فرمایا، جسے "المنار" (مارچ، اپریل 2014) میں طبع کیا گیا تھا۔ اس ضمن میں براہ کرم نوٹ فرمالیں کہ اسے کسی ریفرنس کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ بطور ریفرنس استعمال کے لئے حضور انور کے خطاب کا مستند متن ذیل میں شائع کیا جارہا ہے۔

تشہد و تعوذ کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایسوسی ایشن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تعلیم الاسلام کالج اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اسلئے قائم کی گئی تھی اور اس میں تمام طالب علم شامل ہیں چاہے احمدی ہیں یا غیر از جماعت ہیں، تا کہ ممبران کو سال کے مختلف وقتوں میں مل بیٹھنے کا ایک موقع میسّر آجائے اور وہ پرانی یادیں تازہ کرسکیں۔ تعلیم الاسلام کالج کے جو مختلف دور گزرے ہیں، ان کی جو یادیں ہیں جو مختلف طلباء سے وابستہ ہیں وہ جب اپنے اپنے دور کی یادیں اکٹھے بیان کریں تو ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جہاں بزرگ اساتذہ کیلئے دعائیں بھی نکلتی ہیں اور ان کی نیکیوں کو جاری کرنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوتی ہے۔ پس ایک مقصد یہ تھا جس کیلئے جب مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے کہا یہ ایسوسی ایشن ضرور بنائیں۔ اسلئے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک نیک مقصد کے لئے یہ ایسوسی ایشن قائم کی گئی تھی نہ کہ کسی قسم کا سیاسی اکھاڑہ بنانے کیلئے۔

گذشتہ دنوں یہ بھی مطالبہ میرے پاس آیا کہ اس سال ہماری ایسوسی ایشن کے الیکشن ہونے ہیں، اس لئے کنویسنگ کی بھی اجازت دی جائے تو میں نے اس تجویز کو اس لئے رد کردیا تھا کہ ایک دوستانہ ماحول میں ایک ایسوسی ایشن بنائی گئی تھی جس میں لوگ آپس میں مل کر بیٹھیں اور اپنی ایک انتظامیہ منتخب کرلیں، نہ کہ کنویسنگ کی جائے۔ کسی کے حق میں لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کی جائے، کسی کے خلاف بولا جائے اور پھر اس طرح رنجشیں پیدا ہوں گی، محبتیں اور پیار نہیں پنپیں گے۔ پس اس لحاظ سے ہمیشہ ہمیں خیال رکھنا چاہیے۔

بعض طلباء جو بعد کی پیداوار ہیں، وہ جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی پرنسپل شپ کے زمانے میں کالج میں وقت نہیں گزارا، بلکہ بعد میں وقت گزارا، جب آپؒ خلافت پر متمکن ہوئے تو اس کے بعد مختلف پرنسپل صاحبان آتے رہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی کا جو کردار ہے اس کو، یا جماعت کا جو کردار ہے اس کو ہر طالب علم کے اندر خواہ وہ احمدی تھا یا غیر از جماعت تھا راسخ کرنے کی کوشش کرتے رہے اور وہ یہی ہے کہ محبت پیار سے رہنا اور اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی طرف

توجہ دینا۔اس کے بعد بعض ایسے بھی ہوں گے جو بھٹو دور کے بعد جب کالج قومیا لئے گئے تو اس وقت وہاں پڑھتے رہے۔اس وقت وہاں ایک ایسا ماحول پیدا ہو گیا تھا جس کو ایک احمدی ماحول تو بہر حال نہیں کہا جا سکتا بلکہ سیاست اور مخالفت،احمدیوں کی مخالفت،اساتذہ کی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف رنجشیں،اس طرح کا ماحول تھا۔بہر حال اس ماحول میں پلنے بڑھنے والے اور پڑھنے والے جو سٹوڈنٹس تھے ان میں شاید یہ خیال آیا ہو کہ ہم بھی اس طرح کا ایک رنگ دے دیں۔لیکن یہ رنگ تو ہم اس ایسوسی ایشن کو قطعاً نہیں دے سکتے۔اس لئے کنویسنگ کا تو سوال ہی نہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ (اس کا مقصد) مل کر بیٹھنا ہے اور آپس میں تفریحی ماحول پیدا کرنا ہے اور دنیا میں مختلف قسم کے جو بوجھ ہر انسان پر پڑے ہوئے ہیں ان سے کسی طرح نجات حاصل کرنا اور یہ موقع پیدا کرنا ہوتا ہے کہ ہلکے ماحول میں ایک ایسا اکٹھ کیا جائے جہاں ایک دوسرے سے کھل کر باتیں بھی ہوں،ایک دوسرے کے خیالات بھی سنے جائیں اور تھوڑی بہت enjoyment بھی ہو جائے۔

لیکن ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری تفریح اور بے تکلفی کی بھی کچھ حدود ہیں،کچھ روایات ہیں،جو جماعت کی روایات تھیں وہ کالج میں بھی قائم رہیں،خواہ کالج میں پڑھنے والا احمدی تھا یا غیر احمدی۔ہمارے اندر بے تکلفی کا وہ ماحول پیدا نہیں ہوتا جس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ کچھ لیڈر ایک جگہ جمع تھے اور وہاں باتیں ہو رہی تھیں کہ ہم پر اتنا بوجھ اور اتنی ٹینشن اور تکلفات میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہماری آپس کی باتیں بھی تکلف بن کر رہ گئی ہیں۔اسلئے آج کی جو میٹنگ ہے،آج کا جو بیٹھنا ہے اس میں بے تکلفی کا ماحول ہونا چاہئے اور اس میں ہر ایک نے بے تکلفی کی جو تعریف اپنے مطابق کی۔حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ اس سے وہاں ایسی بے ہودگی شروع ہوگئی کہ پھل اٹھا کر ایک دوسرے پر پھینکنے شروع کر دیئے،ایک دوسرے کے خلاف گندے الفاظ استعمال کرنے لگے،اوچھے قسم کے مذاق ہونے لگے۔تو اس قسم کی بے تکلفیاں ہمارے ماحول میں نہیں ہوتیں۔حالانکہ وہ سب بڑے پڑھے لکھے اور قوم کے لیڈر کہلانے والے لوگ تھے۔غیروں کی بے تکلفی کے تو یہ معیار ہیں۔جبکہ ہماری بے تکلفی کا معیار بے تکلفی کے باوجود وقار کا احساس دل میں رکھتے ہوئے ہونا چاہئے اور ایک دوسرے کی عزت اور عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے ہونا چاہئے۔پس یہ بے تکلفیاں ہیں جو ہم اپنی ایسوسی ایشن میں پیدا کر سکتے ہیں۔

بہر حال جیسا کہ میں نے کہا اب اس سال انتخاب ہونے ہیں،آپ کے موجودہ صدر صاحب جو ہیں انہوں نے ایک بڑی اچھی تجویز دی ہے اور میں نے ان کی تجویز پر صاد کیا ہے کہ صدر جو ہے وہ زیادہ سے زیادہ 6 سال کی مدت کیلئے مقرر کیا جائے اور کیونکہ ان کو 6 سال ہو گئے ہیں اس لئے ان کا نام تو اس دفعہ پیش نہیں ہوگا۔اس دفعہ الیکشن جو آپ کا ہے اس میں آپ اپنا نیا صدر چنیں گے۔لیکن باقی عہدیداران جو ایسوسی ایشن کے چنے جاتے ہیں ان کے لئے میرے خیال میں کسی وقت کی حد معیّن کرنے کی ضرورت نہیں۔صرف صدر کیلئے ہی یہ حد کافی ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر دفعہ احمدی ہی عہدیدار منتخب ہو۔اگر کوئی غیر از جماعت ایسا ہے جو ہماری ایسوسی ایشن کا ممبر بنتا ہے تو وہ بھی منتخب ہو سکتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا ان شرائط کے ساتھ کہ جماعتی نظام اور جماعتی وقار کو اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔یہ اس کو بھی پتہ ہونا چاہئے۔اور ایسوسی ایشن کے جو قواعد ہیں ان میں ان باتوں کا ذکر ہے۔ان کے اندر رہتے ہوئے کوئی بھی شخص جو تعلیم الاسلام کالج میں پڑھا ہو،وہ اس ایگزیکٹو باڈی کا ممبر بن سکتا ہے۔اور وہ باتیں یہی ہیں کہ اعلیٰ اخلاق کی باتیں ہوں۔ایسوسی ایشن کو ان باتوں کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے،ان اقدار کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے جو تعلیم الاسلام کالج کی اقدار رہی ہیں۔دین کی باتیں تو بے شک ہوں لیکن یہاں کبھی بھی ایسی باتیں ہلکے سے اشارے سے بھی نہیں ہونی چاہئیں جس میں کسی قسم کا اختلافی مسئلہ پیدا ہو سکتا ہو۔

علاوہ اور ہلکی پھلکی باتوں کے خدمت انسانیت کے حوالے سے باتیں ہوں۔اور اس میں جیسا کہ ابھی رپورٹ میں تعلیمی امداد کا ذکر کیا گیا ہے،اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسوسی ایشن کی طرف سے براہ راست نظارت تعلیم ربوہ کو یہ تعلیمی امداد بھجوائی جاتی ہے اور وہاں کئی طالب علموں کا اس سے فائدہ ہوتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر بھی پروگرام ہونے چاہئیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں ایسے پرانے طالب علم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آسودہ حالی میسر فرمائی ہوئی ہے۔اس لئے بعض ایسے پروگرام جو افریقہ میں مثلاً احمدیہ آرکیٹکٹس ایسوسی ایشن کے ذریعے سے یا ہیومینٹی فرسٹ کے ذریعے سے جاری ہیں،ان میں بھی کبھی کبھی ایسوسی ایشن کے نام پر حصہ ڈال لیا کریں۔اس میں بعض ایسے پراجیکٹ ہیں کہ اگر آپ مکمل طور پر اس میں حصہ ڈالیں تو اس پراجیکٹ پر ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے نام کا Display بھی ہو سکتا ہے،تو ان باتوں پر بھی آپ کو غور کرنا چاہیے۔اللہ کرے یہ ایسوسی ایشن ہر لحاظ سے کامیاب ہو اور آئندہ بھی جس وقار کو قائم رکھتے ہوئے اب تک کام سرانجام دیتی رہی ہے وہ جاری رہیں۔

خطاب کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اجتماعی دعا کروائی اور اجلاس کی کاروائی اپنے اختتام کو پہنچی۔بعد ازاں حاضرین کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا اور حضورِ انور کے ساتھ ایسوسی ایشن کے عہدیداران کی ایک گروپ فوٹو ہوئی۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں ہی سابق طلباء تعلیم الاسلام کالج کے مابین بیت بازی کا دلچسپ مقابلہ ہوا اور پھر سابق طلباء اور ایم ٹی اے کی ٹیموں کے مابین باسکٹ بال کا ایک دوستانہ میچ کھیلا گیا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت دونوں ٹیموں کے کھلاڑیوں کو شرفِ مصافحہ بخشا۔ازاں بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد فضل واپس تشریف لے گئے۔

(رپورٹ: مبارک احمد صدیقی-صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو.کے)

تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالب علم ڈاکٹر مہدی علی کے ساتھ ایک ادبی نشست

تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالبعلم مکرم ومحترم ڈاکٹر مہدی علی صاحب امریکہ کے مقبول اور مصروف ترین ہارٹ سرجنز میں سے تھے جو 26 مئی 2014 کو ربوہ میں شہادت کا اعزاز پا کر احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ کیلئے اپنا نام لکھوا گئے۔ ابھی ایک ماہ قبل ہی لندن تشریف لائے تھے۔ اس بار چونکہ اُن کا قیام بہت محدود دنوں کیلئے تھا اس لئے جلدی سے ان کے اعزاز میں (28 اپریل 2014 کو) ایک شعری نشست کا انعقاد کیا، جس میں اُن کے سکول کے زمانے کے کچھ دوست مدعو کئے گئے۔ دیگر احباب کے علاوہ تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ میں سے خاکسار مبارک صدیقی، مکرم جاوید اقبال صاحب، مکرم طاہر افضال صاحب مکرم مبین بلوچ صاحب اور مکرم عبدالقدیر کوکب صاحب شامل تھے۔ سب سے پہلے خاکسار نے اپنا حمدیہ کلام پیش کیا جسکے چند اشعار کچھ اسطرح تھے:

اُس ذات کو پایا ہے وفاؤں میں سمندر
وہ ذات جو ہے اپنی عطاؤں میں سمندر
تم اُس سے کرامت کی توقع نہیں کرتے
وہ جس نے اُچھالے ہیں فضاؤں میں سمندر
اک اُس سے کرو ذکر کبھی تشنہ لبی کا
پڑ جائیں گے روتے ہوئے پاؤں میں سمندر
کیا اُس کی محبت کا تصور ہو مبارک
رکھتا ہے محبت کے جو ماؤں میں سمندر

اور پھر ہمارے بہت ہی عزیز پیارے دوست اور مہمان خصوصی مکرم مہدی علی صاحب کی باری تھی جن کیلئے اس محفل کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کہنے لگے کہ سب سے پہلے وہ اشعار نہ سناؤں جو حال ہی میں لکھے ہیں۔ وہ اشعار کچھ اس طرح تھے:

موت کے روبرو کریں گے ہم
زندگی کے حصول کی باتیں
نہ مٹا پائے گا یزید کوئی
حق ہیں ابن بتول کی باتیں
سب فنا ہوگا پر رہیں گی تمام
باقی اللہ رسول کی باتیں

اور پھر مہدی نے ہمیں اپنی یہ نظم سنا کے اداس کر دیا:

اے کاش کہ ایسا ہو
اس شامِ جدائی میں
کھویا ہوا اک لمحہ
چپکے سے پلٹ آئے
بے جان سی پلکوں پہ
ٹھہرا ہوا اک آنسو
اس درد کی سُولی سے
پل بھر کو اُتر آئے
پھیلے ہوئے دامن میں
دے جائے سخی کوئی
خیرات محبت کی
اے کاش کہ ایسا ہو
اس شامِ جدائی میں
پل بھر کو سہی لیکن
اس دل میں اتر آئے
اے کاش کہ ایسا ہو!
اے کاش کہ ایسا ہو!!

پھر آپ نے اپنی پنجابی کی ایک نظم سنائی:

''تُوں کی جانیں میں کون؟''

تیرے پخائے بھانبڑ دے وچ
اساں کٹھیاں بلنا اے
توں لکڑ میں سونا وَیُر یا
توں کولا (کوئلہ) میں کندن بننا اے
میں امرت، تُوں زہر وَیریا
اساں جیہڑا پیالہ بھرنا اے
مینوں پیون والے جیون
جس تینوں پینا مرنا اے
توں کی جانے میں کون؟

اپنے اس عزیز ترین دوست کے ساتھ شعر و شاعری اور بچپن کی یادوں پہ مشتمل ہنسنے ہنسانے کا یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔ ہم میں سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اپنے اس پیارے بھائی کے ساتھ ہماری یہ آخری ادبی نشست ہے۔

(مبارک صدیقی۔ صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ)

ڈاکٹر مہدی علی قمر کے لئے کچھ جذبات

خون میں لت پت پڑا دیکھا مسیحا خاک پر
زخم اِک تازہ لگا عرشی دلِ صد چاک پر
☆
بربریت کا لبادہ سوچ کو پہنا دیا
حیف بد بختو! چمکتے چاند کو گہنا دیا
وہ تو آیا تھا تمہارے درد کے درمان کو
ظالمو! تم نے مسیحا خون میں نہلا دیا
☆☆

(عرشی ملک)

جستہ جستہ

ممانعت

یہ سنا ہے ہم نے جاری حکم یہ ہونے کو ہے
چائے دفتر میں نہ کوئی نوشِ جاں فرمائے گا
دفتروں میں اک یہی تو کام ہوتا ہے نیازؔ
ختم چائے ہوگئی تو کام کیا رہ جائے گا؟

(نیازسواتی)

مشورہ

ایک پریشان حال خاتون پولیس سٹیشن آئیں اورڈیوٹی پرموجودانسپیکٹر سے کہنے لگیں کہ میرے شوہرکل دوپہر سے آلوگوشت لینے بازار گئے تھے مگرابھی تک واپس نہیں آئے، میں بڑی پریشان ہوں بتائیں کیا کروں؟

پولیس انسپیکٹر نے تھوڑی دیرسوچنے کے بعد جواب دیا کہ بی بی میرا مشورہ تو یہی ہے کہ آج آپ آلوگوبھی ہی پکالیں۔

موتیا

رنگ، خوشبو، گلاب دے مجھ کو
اس دعا میں عجب اثر آیا
میں نے پھولوں کی آرزو کی تھی
آنکھ میں ''موتیا'' اُتر آیا

(اطہرشاہ خان)

جوتی چرانے کی رسم

(برصغیر میں ایک رسم یہ بھی ہے کہ) شادی کے موقع پر دولہا کی سالیاں اپنے بہنوئی کو جوتیاں اتار کر بیٹھنے پر زور دیتی ہیں، چنانچہ جب وہ جوتیاں اتارتا ہے تو موقع پا کر یہ سالیاں جوتی غائب کردیتی ہیں۔ بعد میں اس جوتی کی واپسی کے لئے دولہا کو منہ مانگی رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ جوتی چرانے کی یہ رسم شادی بیاہ کے علاوہ ہر جمعے کو مسجدوں کے باہر بھی ادا کی جاتی ہے اور یہ رسم سالیاں ادا نہیں کرتیں، ممکن ہے یہ رسم سالے ادا کرتے ہوں گے، تاہم اس ضمن میں، میں نے کوئی تحقیق نہیں کی۔

(عطاءالحق قاسمی)

☆☆

اللہ اللہ تجزیہ کاروں کا طرزِ گفتگو
چیخنے چنگھاڑنے کو ہر گھڑی تیار ہیں
عقل کی کوئی ضرورت ہی نہیں اس ضمن میں
بحث کرنے کیلئے بس پھیپھڑے درکار ہیں

لازم ہے احترام بزرگوں کے حکم کا
دل سے خیالِ حکم عدولی نکال دے
انورؔ نہ ڈال کل پہ کبھی کام آج کا
میرے عزیز تُو اسے پرسوں پہ ڈال دے

(انورمسعود)

گدھا کون؟

ایک صاحب کہیں جارہے تھے کہ راستے میں انہیں ایک بورڈ نظر آیا، جسپر لکھا تھا:

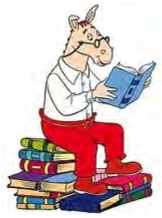

''پڑھنے والا گدھا''

یہ پڑھ کر انہیں بہت طیش آیا اور غصے میں پیچ وتاب کھاتے ہوئے انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اس کی جگہ یہ لکھ ڈالا:

''لکھنے والا گدھا''

☆

زبان گنگ ہوگئی ہے

شادی کی پانچویں سالگرہ پر کراچی کا ایک جوڑا تفریح کے لئے پہلی مرتبہ سوات گیا۔ سوات کی خوبصورتی سے دونوں بہت خوش تھے۔ وادئ کالام پہنچے تو بیوی نے کہا کہ یہاں کے حسین نظاروں اور مسحور کن فضا نے تو میری زبان گنگ کردی ہے۔ شوہر نے فوراً سے پیشتر کہا، میرا خیال ہے ہم کلفٹن والا فلیٹ بیچ کر یہیں مکان نہ بنالیں؟

دُور کی سوجھی

ایک احمق نے سرکاری زمین پر غیر قانونی دیوار بنا ڈالی، اسپر کسی نے اسے مشورہ دیا کہ کچھ ایسا کرو کہ دیوار پرانی لگے۔ چنانچہ اس نے اس دیوار پر لکھ دیا کہ:

''ہم قائداعظم کو پشاور آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔''

☆☆

چھوٹے میاں سبحان اللہ

استاد: بتاؤ! اگر انسان کے کان نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟

شاگرد: جی! اسے دکھائی نہ دیتا!

استاد: نالائق! بھلا کان کا دیکھنے سے کیا تعلق ہے؟ اسے دکھائی کیسے نہ دیتا؟

شاگرد: جی! کان نہ ہوتے تو ٹوپی آنکھوں پہ نہ آ جاتی؟

☆☆

استاد: بتاؤ! کان لگانے کے کیا معنے ہیں؟

شاگرد: معلوم نہیں سر! ہمارے کان تو لگے لگائے آئے تھے۔

کڑک روٹی اور دانت

ڈاکٹر: آپ کے 3 دانت کیسے ٹوٹ گئے؟

مریض: جی وہ بیوی نے کڑک روٹی بنائی تھی

ڈاکٹر: تو کھانے سے انکار کردیتے!

مریض: جی وہ ہی تو کیا تھا

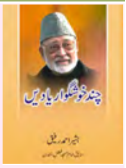

چند خوشگوار یادیں

(بشیر احمد رفیق - سابق امام مسجد فضل لندن)

1949 سے 1953ء تک میں ٹی آئی کالج لاہور کا طالب علم تھا اور اردو سوسائٹی کا پریزیڈنٹ بھی تھا۔ ایک دفعہ ہم نے پروگرام بنایا کہ لاہور کے مشہور ادیبوں، شاعروں اور اہل قلم سے رابطہ کرکے انہیں کالج کی اردو سوسائٹی سے متعارف کرایا جائے اور انہیں سوسائٹی کی ماہانہ میٹنگ میں شرکت کی بھی دعوت دی جائے۔ ہم نے پہلی ملاقات کیلئے جناب شوکت تھانوی صاحب کو چُنا اور ان سے ملاقات کیلئے وقت مانگا۔ اُن دنوں جناب جگر مرادآبادی لاہور آئے ہوئے تھے اور متعدد مشاعروں میں حاضرین سے داد وصول کر رہے تھے۔

میرے ایک دوست نے جب یہ سنا کہ میں جناب شوکت تھانوی کی ملاقات کیلئے جا رہا ہوں تو انہوں نے بہت اصرار کیا کہ میں انہیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤں۔ انہیں جناب تھانوی صاحب سے ملاقات کا بے حد شوق تھا۔

ہم وقت مقررہ پر جناب تھانوی صاحب کے درِ دولت پر حاضر ہوئے گھنٹی بجائی۔ ایک نوکرانی نے دروازہ کھولا اور کہا کہ جناب تھانوی صاحب سو رہے ہیں۔ اس لئے وہ ملاقات نہیں کرسکیں گے۔ میں نے اسے بتایا کہ ہم نے تھانوی صاحب سے باقاعدہ ملاقات کا وقت اور دن طے کیا ہوا ہے۔ ہم انہیں ملے بغیر نہیں جائیں گے۔ خیر بالآخر اس نے بیٹھک کا دروازہ کھولا اور ہمیں انتظار کرنے کو کہا۔ ہم کچھ دیر بیٹھے رہے کہ اتنے میں جناب شوکت تھانوی صاحب ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس آنکھیں ملتے ہوئے اور منہ میں پان کی گلوری رکھے ہوئے کمرہ میں داخل ہوئے۔ اور اس بات پر معذرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ وقت مقررہ پر وہ ہمارا استقبال نہیں کرسکے۔ فرمایا۔ رفیق صاحب! ان دنوں جگر کی وجہ سے رات کو جلد سونے کا موقع نہیں ملتا اس لئے صبح کو جلد اٹھنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ میرے دوست جو میرے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ فوراً بولے شوکت صاحب آپ کو جگر کی تکلیف کب سے ہے۔ تھانوی صاحب مسکرا کر بولے۔ بھئی۔ میرا جگر خدا کے فضل سے سلامت ہے میں جناب جگر مرادآبادی کی بات کر رہا تھا۔ جن کے ساتھ مشاعروں میں شامل ہوکر رات گئے گھر واپس آنا پڑتا ہے۔ تھانوی صاحب سے ملاقات کے بعد باہر آکر میں نے قہقہ لگایا اور پوچھا۔ کیوں جی۔ اب سمجھ آئی کہ جگر مرادآبادی کا تذکرہ تھا۔ تھانوی صاحب کے جگر کا نہیں۔

ادیبوں سے ملاقاتوں کے سلسلہ میں ایک مرتبہ خاکسار جناب وقار عظیم صاحب، پروفیسر اردو اورینٹل کالج کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کالج تشریف لاکر خطاب کی درخواست کی۔ وقار عظیم صاحب اردو کے مشہور ادیب تھے۔

انہوں نے میری درخواست سن کر فرمایا۔ میاں! میں نے کالجوں میں جانا ترک کر دیا ہے۔ وہاں طلباء کی بدتمیزی اور شوروغوغا مجھے پسند نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ جناب ہمارا کالج روایتی کالجوں کی طرح نہیں۔ وہاں طلباء با اخلاق اور مؤدب ہیں۔ آپ ایک دفعہ تشریف لاکر دیکھیں تو سہی۔ بالآخر وہ مان گئے۔

کالج کے ہال میں طلباء اور پروفیسر صاحبان بمع پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے اپنی اپنی سیٹوں پر براجمان ہوگئے۔ جناب وقار عظیم کے مقالہ پڑھنے سے پہلے جناب پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے کھڑے ہوکر اشارہ سے طلباء کو خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ہال میں مکمل خاموشی طاری ہوگئی۔ جناب وقار عظیم صاحب کے مقالہ پڑھنے کے دوران اچانک کچھ وقفہ کیلئے بجلی چلی گئی اور ہال میں گھُپ اندھیرا ہوگیا۔ یہ چند منٹ کا وقفہ بھی انتہائی خاموشی میں گذر گیا۔ بجلی دوبارہ آنے پر جناب وقار عظیم صاحب نے اپنا مقالہ پورا کیا۔

میٹنگ ختم ہونے پر جناب وقار عظیم صاحب کو پرنسپل صاحب اپنے دفتر میں لے گئے۔ چائے کے دوران وقار عظیم صاحب نے فرمایا میاں صاحب! میں نے ڈسپلن اور خوش خلقی کا ایسا نظارہ اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ جب بجلی چلی گئی تب بھی طلباء خاموش بیٹھے رہے۔ جبکہ شرارتی طلباء تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بدتمیزی کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔

غرض جناب وقار عظیم صاحب نہایت اعلیٰ تاثر لیکر رخصت ہوئے۔

انگلستان میں ہمارے پہلے جلسہ سالانہ 1964ء کے موقع پر جناب سر محمد ظفر اللہ خان صاحب ہیگ سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے جلسہ کا آغاز اپنے افتتاحی تقریر سے کرنا تھا۔ لندن کے ایک قدیمی اور نہایت مخلص احمدی کو میں نے صدارت کیلئے کہا تو وہ بہت گھبرائے اور فرمانے لگے کہ سر ظفر اللہ خان کی شخصیت اور ان کے مرتبہ کا مجھے بخوبی احساس ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ گھبراہٹ میں میرے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جائے جو مناسب نہ ہو۔ میں نے انہیں تسلی دیتے ہوئے عرض کیا کہ میں بھی آپ کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھا ہوں گا۔

جلسہ کا آغاز تلاوت و نظم سے ہوا۔ جناب صدر نے سر ظفر اللہ خان صاحب کو تقریر کرنے کی دعوت دینے کے دوران ان کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ'' کہہ دیا۔ سر ظفر اللہ خان ڈائس پر آئے تو فرمایا: "Ladies and gentleman! I am very much alive."

''رضی اللہ'' کا لقب صرف ان لوگوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جو راہیٔ ملک عدم ہو چکے ہوں۔

تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ کیلئے بڑھاپے میں صحتمند رہنے کے چند سنہری اصول

طبی ماہرین نے صحتمند طرز زندگی کے لئے پانچ سنہری اصولوں کی نشاندہی کی ہے جو ضعیف العمری میں خود کو چست اور متحرک رکھنے کی کنجی ہے۔ ان میں زیادہ کھانا کھانے سے پرہیز، زائد الوزن ہونے سے بچنا۔ صحت مند خوراک کا استعمال، پابندی سے ورزش کرنا اور تجربہ شدہ پلز کا استعمال شامل ہے۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ 2050ء تک دنیا بھر میں 100 سال سے زائد عمر کے افراد کی تعداد 32 ملین تک پہنچ جائے گی، جو 2000ء میں صد سالہ عمر والے افراد سے 18 گنا زائد ہوگی۔ پروفیسر میٹس ہیمر نے متنبہ کیا کہ ڈنر ٹیبل دیر سے چھوڑنے والے افراد بیماریوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ بھوک سے کم کھانے کی پالیسی کے ذریعے جسم میں کیلوریز کی تعداد کو محدود کرنا طویل عمری میں ممکنہ طور پر فائدہ مند ہے۔ خواتین کے لئے یومیہ 1500 کیلوریز جبکہ مرد حضرات کیلئے 1800 کیلوریز کافی ہیں۔ جبکہ جسمانی طور پر مناسب حد تک متحرک ہونا اور اپنی خوراک میں ضروری معدنیات، وٹامنز اور پروٹینز شامل کرنا ضروری ہے۔ ماہرین نے واضح کیا ہے کہ اضافی وزن اور موٹاپا ایک خطرہ ہیں۔ پیٹ پر جمنے والی چربی اعضا کے درمیان بچھ جاتی ہے۔

(بحوالہ روزنامہ جنگ لندن 30 دسمبر 2013ء)

شوقِ جنوں

(پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف خان، فلاڈلفیا، امریکہ)

گزشتہ سال خاکسار 28 نومبر سے 12 دسمبر تک ربوہ کی بابرکت بستی میں قیام پزیر رہا۔ 1956 سے 1999 تک قیام ربوہ کا چالیس سالہ زمانہ آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ ایسوسی ایشن آف احمدی ٹیچرز ربوہ چیپٹر نے تعلیم الاسلام کالج میں تدریس اور اپنے تحقیقی سفر کی روئیداد سنانے کی فرمائش کی۔ باوجود میری نالائقی اور کمزوریوں کے، مہربان خدا کے جو افضال بارش کی طرح مجھ پر نازل ہوئے انکا تذکرہ میں نے وہاں تحدیث نعمت کے طور پر کیا، جسکا خلاصہ قارئین المنار کی نذر ہے۔

ایم ایس سی کیلئے مقالہ (thesis) تحریر کرنے کے ساتھ ہی میری آئندہ زندگی میں تحقیق کی ترجیحات طے پا چکی تھیں۔ 1963 میں، میں نے لیکچرار کے طور پر تعلیم الاسلام کالج جائن کیا۔ اُس وقت کا ربوہ اتنا آباد نہیں تھا، محلوں میں کہیں کہیں مکان دکھائی دیتے، جگہ جگہ پہاڑیاں اور کلر سے بھرے سپاٹ میدان، کانٹے دار جھاڑیاں اور مختلف اقسام کے حشرات الارض عام نظر پڑتے تھے۔

کالج کے میوزیم میں نہ معلوم کب کے کچھ حنوط شدہ جانور، دو تین لُدھر، جنگلی بلیاں، اُلّو، مچھلیاں، کرلے، سانپ، پرندے وغیرہ سائنسی اصولوں کو نظر انداز کر کے محفوظ کرنے کی وجہ سے گل سڑ چکے تھے، فارملین گدلی ہو چکی تھی، یہ سب میرے کسی کام کے نہیں تھے۔ میری تحقیقاتی ترجیح میں پاکستان میں پائے جانے والے مینڈک، کرلے، چھپکلیاں اور سانپوں کی مختلف اقسام شامل تھیں۔ چیلنج بڑا تھا، مگر محکم ارادے سے خدا کا نام لیکر کام شروع کر دیا۔ ہم ہر ہفتے بیالوجیکل سوسائٹی کے تحت ربوہ اور گرد ونواح سے جانور پکڑنے کا پروگرام بناتے، نیز دور دراز علاقوں سے آنے والے طلبہ کے تعاون سے بھی material کی فراہمی شروع ہوگئی۔

پاکستان سائنس فاؤنڈیشن نے پوٹھوہار اور جہلم کے علاقوں میں تحقیق کیلئے ہمیں تین سال کے لئے فنڈ مہیا کیئے۔ پھر پاکستان میں World Wild Fund for Nature نے ڈیرہ غازیخاں اور راجن پور کے علاقے میں کام کرنے کے لئے دو سال کا پراجیکٹ دیا۔ الحمدُ للہ تعالیٰ ان پراجیکٹس سے نئے نئے علاقوں سے کافی میٹیریل حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ سارا سال تنخواہ سے تھوڑی تھوڑی بچت کر کے موسمِ گرما کی چھٹیوں کے دوران پاکستان کے دور دراز علاقوں، آزاد کشمیر، بلوچستان، سندھ اور چولستان وغیرہ کے سفر کئے۔ دن کے علاوہ رات کو بھی ٹارچ کی روشنی میں جنگلوں، بیابانوں، جھاڑیوں، غاروں اور پہاڑیوں میں سرگرداں رہتے اور پھر کولیکشن کا مطالعہ باقی سال لیبارٹری میں ہوتا اور مقالے تحریر کرتا رہتا۔

ہرپ لیبارٹری کا قیام

گھر کا ایک مخصوص کمرہ میری لیبارٹری تھا جس میں میرا material، ٹائپ رائٹر (بعد میں کمپیوٹر)، کتب، مقالہ جات، کسی بیرونی اور بچوں کی دستبرد سے محفوظ تھے۔ میری اس ایک کمرے کی لیبارٹری کو اب تک "Herpetological Laboratory" 15/6 Darul Sadar North Rabwah,Pakistan. کے نام سے بین الاقوامی شہرت اور پہچان حاصل ہے جہاں کالج سے چھٹی کے بعد رات گئے تک لیبارٹری میں مصروف رہتا۔

لٹریچر کی فراہمی

سائنسی تحقیق میں میٹریل کی فراہمی کے ساتھ ساتھ مفیدِ مطلب لٹریچر کی تلاش میں کالج لائبریری کو کھنگال ڈالا، کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ فضلِ عمر ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی لائبریری میں چھپا خزانہ ملا۔ نہرو یونیورسٹی لائبریری نیو دہلی سے معجزانہ طور پر لٹریچر مہیا ہوا۔ اس کے علاوہ reprint exchange کے تحت میرے تحقیقی مقالوں کے بدلے جو مختلف ملکی اور غیر ملکی سائنسی مجلّات میں شائع ہو رہے تھے، دنیا بھر سے سائنس دانوں کے مقالے ڈاک کے ذریعے ملتے رہے۔ اس کے علاوہ ماہرین کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعے exchange of ideas ہوتے رہے جس سے میں تحقیق کے نئے نئے اسلوب سے متعارف ہوتا رہا۔

مختلف زبانوں میں لٹریچر اور ترجمے میں مشکلات کا حل

بیرونِ ملک سے ملنے والا لٹریچر اکثر مختلف زبانوں میں ہوتا، میرے لئے عارضی تشویش تو ہوتی مگر ربوہ میں اللہ کے فضل سے ہر زبان کا جاننے والا مل جاتا جو خوشی سے میری مدد کرتا، ان میں سرِ فہرست مکرم ملک زبیر احمد صاحب ابن ملک عمر علی صاحب ہیں، انہوں نے فرنچ، رشین اور اٹیلین مقالات میں مدد کی، ان سے قبل احمد شمشیر سوکیہ مرحوم اور ڈاکٹر بھنو فرنچ مقالات کے ترجمے میں مدد رہے۔

بیرونِ پاکستان سے مہمانوں کی آمد

پاکستان اور بیرونِ پاکستان سے کئی پروفیسر صاحبان مجھ سے ملنے اور میری لیبارٹری دیکھنے ربوہ آتے رہے۔ ملاقاتوں میں ریسرچ کے بارے میں تبادلہ خیال ہوتا رہتا۔

میری ریسرچ کے موضوعات

میری ریسرچ کا تھیم پاکستان کے طول وعرض میں پائے جانے والے مینڈک، ہر طرح کی چھپکلیاں، کرلے، کچھوے، مگرمچھ اور سانپوں کی انواع کا جائزہ اور نئی انواع کا تعین کرنا شامل ہے۔ نئی انواع کے جسمانی تقابلی جائزے میں جسمانی اوصاف کی مکمل تشریح morphology، عادات وخصائل adaptations، رہن سہن، ماحول (ecology)، انڈے، بچے دینے کا عمل اور عادات reproduction and development اور پاکستان میں جغرافیائی پھیلاؤ zoogeography کا مطالعہ شامل ہے۔

میرا پہلا ریسرچ پیپر 1965 کو پاکستان میں شائع ہوا، پھر ہر سال ایک سے لیکر چار تک مقالات شائع ہوتے رہے۔ بیرونِ ملک پہلا مقالہ 1972 میں امریکی جرنل Herpetologica میں شائع ہوا، جسکا موضوع "ضلع جھنگ پاکستان کے " کرلے" تھا۔ ابتک 300 سے زائد مقالات عالمی اہمیت کے جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ چار کتب amphibians (مینڈکوں) اور reptiles (چلپائیوں) پر، دو کتب سانپوں سے متعلق چھپ چکی ہیں۔ الحمدُ للہ۔ یہ تمام علمی تحقیق میں نے بقول شخصے "ربوہ جیسے ویران اور بے آب و گیاہ" شہر میں رہ کر سرانجام دی اور جو وعدہ میں نے سالوں پہلے اپنے پروفیسر ڈاکٹر محمد احسن الاسلام مرحوم سے کیا تھا الحمدُ للہ اُسے ربوہ کے سادہ پرسکون ماحول میں پورا کر دکھایا۔ اب اللہ کے فضل سے پاکستان میں میری کتب دستیاب ہیں جن کی مدد سے ہر پاکستانی اور بیرونِ ملک سے آنے والا پاکستان میں پائے جانے والے ہرپس کو نہ صرف پہچان سکتا ہے، بلکہ ہر نوع کا سائنسی اور عام فہم نام جان سکتا ہے۔ جب دوستوں کو میرے امریکہ جانے کا پتہ چلا تو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی والوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں اپنی collection انہیں donate کردوں جو، اب اس یونیورسٹی کے میوزیم میں محفوظ پڑی ہے۔

میری لائبریری، reprint collection اور میری مطبوعات کی دو دو کاپیاں خلافت لائبریری ربوہ اور مجلس تحقیق جامعہ احمدیہ کی لائبریری میں ریفرنس کے لئے deposit ہیں۔ 1999 میں امریکہ آتے وقت اپنے collected جانوروں سے متعلق data میں اپنے ساتھ لے آیا تھا، جسکی بنا پر ریسرچ پیپر ترتیب دیکر اب اشاعت کے لئے بھجواتا رہتا ہوں اور مختلف یونیورسٹیوں اور ریسرچ اداروں کی درخواست پر انہیں reprints بھجواتا رہتا ہوں، جواباً مجھے reprints ملتے رہتے ہیں۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی موضوع اڑ جاتا ہے، کہ اچانک اس موضوع سے متعلق لٹریچر ملتا ہے اور میری مشکل حل ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس کی رحمت نے کئی بار ایسے مواقع پر میری رستگاری فرمائی ہے۔ میں نے خدائی مدد کا نظارہ بار بار دیکھا ہے، الحمدُ للہ۔ ❀❀

زمین کا خوش نصیب ٹکڑا

(ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ۔ جرمنی)

وہ دو بھائی تھے جن کا باپ انہیں داغ مفارقت دے چکا تھا۔ اس چھوٹی سی عمر میں باپ کی پدرانہ شفقت سے محرومی کتنا بڑا صدمہ ہے؟ یہ بات صرف وہی جان سکتا ہے جو اس جانکاہ صدمے سے گزرا ہو یا جسے قسام ازلی نے دردمند دل عطا کر رکھا ہو۔ دوسرے بچے جب باپ کی محبت کے قصے سناتے تو ان کو ہر بار از سر نو محرومی کا احساس ہوتا۔ کسی کو باپ کچھ دیتا، تو کوئی اپنے باپ سے لڑ جھگڑ کر لے لیتا، کوئی ماں کی ڈانٹ کھا کر باپ کے پاس جا بیٹھتا اور کوئی دوسرے بچوں کے مقابل باپ کی پناہ ڈھونڈتا۔ مگر وہ؟ ان کا تو باپ تھا ہی نہیں پھر وہ کس کے پاس جاتے، کس سے لڑتے اور کس کی پناہ ڈھونڈتے؟ ناچار صبر کر کے بیٹھ جاتے۔ کوئی تو ہوتا جو ایسے میں ان کی دلبری کرتا ان کی آنکھوں میں امڈ آنے والے آنسو پونچھتا ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتا۔ کوئی نہ جانتا تھا ان کے دل میں کس قدر دکھ اور ان کی سرشت میں کیسی نیکی چھپی تھی مگر وہی جس کی نظر پاتال تک ہے اور جس سے کچھ بھی تو اوجھل نہیں۔

ادھر قصبے والوں کی نگاہیں آج اُفق پر پھر کسی کو تلاش کرتے کرتے تھک چکی تھیں، آج پھر وہ مایوس ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹ چکے تھے۔ کئی روز سے ایسا ہی ہو رہا تھا، مسافر کو اب تک وہاں پہنچ جانا چاہئے تھا مگر ایسا نہ ہوا۔ راستہ پُرخطر تھا، کبھی کوئی خیال ان کو ستاتا کبھی کوئی اندیشہ آن گھیرتا۔ کبھی وہ کسی طریق پر خود کو تسلی دیتے تو کبھی کسی اور طرح سے۔ یہ گرمیوں کے دن تھے صبح سویرے وہ انتظار شروع کرتے اور شام سایا ڈھلنے پر گھروں کو لوٹ جاتے۔ کام کاج میں مصروف ہوتے ہوئے بھی ان کی نگاہیں متلاشی رہتیں اور کان کسی خبر کے سننے کے واسطے ہر آہٹ کو ٹٹولتے مگر بے سود۔ انتظار کیسا صبر آزما اور یقین و بے یقینی کی درمیانی کیفیت کیسی تکلیف دہ ہوتی ہے؟ انہی کیفیات سے وہ کئی روز سے گزر رہے تھے، سایا ڈھلنے تک انہیں آج کا دن بھی گزشتہ دنوں سے مختلف نہ لگا مگر مایوس ہو کر جب وہ گھروں کو لوٹ چکے تھے، اچانک ایک صدا بلند ہوئی تو ایک بے خودی کی کیفیت میں قصبے والے دیوانہ وار پکارنے والے کی طرف از خود رفتہ ہو کر بھاگنے لگے۔ آخر وہ مبارک گھڑی آن پہنچی تھی جس کا انہیں شدّت سے انتظار تھا۔ وہ چاند اب ان کے آنگن میں اترنے لگا تھا جس کے دم سے بستی کی قسمت جاگ اُٹھنی تھی۔ نور کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر اس کے ساتھ تھا جو ہر نشیب و فراز کو خیرہ کر رہا تھا۔ رحمت و برکت کی شعاعیں تھیں جو اس کے وجود سے پھوٹتی چلی جاتی تھیں جن سے ہر کوئی بقدرِ ظرف فیض پا رہا تھا، ہر ایک سے انتہائی شفقت اور محبت سے پیش آنے کے باوجود ایک خداداد رعب بھی اسے حاصل تھا۔ کیا وہ پارس تھا جو چھو جانے والے کو کندن بنا دیتا تھا؟ نہیں! وہ تو پارس گر تھا، جو اس کے پاس آتا وہ خود پارس بن جاتا، چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا تھا۔

قصبے والوں کے دل اس مژدۂ جانفزاء سے بلیوں اچھلنے لگے۔ خوشی کی ایک کیفیت تھی جو چھپائے نہ چھپتی تھی اور ان کی بدن بولی بدلتی چلی جانے اور ان کی روح جسم کے پیمانے سے چھلک چھلک جانے لگی تھی۔ ہاں کچھ ایسا ہی سماں تھا، حبشی غلام اپنے کرتب پیش کرتے اور عورتیں اور بچے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر جھوم جھوم دف بجاتے ہوئے گاتے تھے:

''وداع کی وادی سے ہم پر مہِ کامل طلوع ہوا۔ ہم پر اس دعوت کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے شکر واجب ہوا۔ اے ہماری طرف بھیجے جانے والے فرستادے تو ایک واجب الاطاعت امر لے کر آیا ہے۔ اے کہ تیرے آنے سے شہر روشن ہو گیا ہے۔ خوش آمدید! اے سب سے بہترین دعوت دینے والے۔''

ہاں آج ہی کے دن غم و خوشی کے دھارے تھے جو یوں ساتھ ساتھ بہتے چلے جا رہے تھے جیسے نمکین اور میٹھے پانی کے دو ساگر، کچھ فاصلے تک ایک دوسرے میں مدغم ہوئے بغیر اپنی انفرادی حیثیت برقرار رکھتے ہوئے۔ طائر خیال ذرا ادھر ہو تو ایک طرح کے جذبات اور ذرا اُدھر ہو تو اس کے بالکل برعکس اور علی الرغم۔ یوں تو انسان کی تمام زندگی ہی غمی وخوشی کے انہی دھاگوں سے بٹی ہے، کبھی ایک دھاگہ اوپر آ جاتا ہے تو کبھی دوسرا، لیکن کبھی کبھی یہ دونوں دھاگے بیک وقت ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں، یہ موقع ایسا ہی ایک موقع اور یہ لمحات کچھ ایسے ہی لمحات تھے۔

کیا خوب منظر تھا ایک نئی زمین بچھائی جا رہی تھی، ایک نیا آسمان تشکیل پا رہا تھا اور قصبے کی مٹی قدم بوسی کرتے ہوئے نہال ہو کر پاؤں میں بچھتی چلی جا رہی تھی، اس پر مستزاد وہ خوشخبریاں جو یقین دلاتی تھیں کہ جو چھوٹ گیا وہ بھی ایک دن دل و جان سے ان مبارک قدموں پر نثار ہو گا اور آپ ﷺ کو لوٹنے والی جگہ لوٹا دیا جائے گا، یہ خوشی کا دھاگہ تھا۔

پیارا وطن جہاں شب و روز بتائے تھے، اب چھن گیا تھا۔ مقدس مٹی، جس کی چادر اوڑھے پیارے ابدی نیند سو رہے تھے دُور ہو گئی تھی۔ وہ گلی کوچے جہاں بچپن گزرا تھا، جہاں کبھی ماں کبھی دادا ہاتھ پکڑ کر چلا کرتے تھے اب نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ گھر تھا جہاں غمگسار بیوی کے ساتھ محبت بھرے دن کٹے اور اولاد پروان چڑھی، اب چھوٹ چکا تھا۔ پہاڑ جن پر مقدس راز و نیاز کی طویل داستانیں رقم تھیں اب پیچھے رہ گئے تھے۔ دھرتی جس پر بچھائے گئے کانٹوں کو اپنے خون سے سیراب کیا تھا بچھڑ چکی تھی۔ رشتہ دار جنہوں نے مشکل وقت میں ساتھ دیا تھا اب جدا ہو چکے تھے۔ شہر کے باسی جو بات سُن کر نہ کر دیتے تھے، خدایا! اب ان کا انجام کیا ہوگا؟ یہ غم کا دھاگہ تھا۔

آنحضور ﷺ کا سفر ہجرت بہت سے پہلوؤں سے ایک منفرد سفر تھا۔ مکہ سے خروج، غار ثور کا قیام، سراقہ کا واقعہ، ام معبد کے ہاں سکون، سبھی حیرت انگیز معجزات سے پر ہیں۔ مکہ سے مدینہ کی بجائے دوسری طرف کو جانا، سفر مدینہ میں راستہ چھوڑ کر بار بار دائیں بائیں ہو جانا، ہجرت سے پہلے اہل مدینہ کے ساتھ عہد و پیمان، مدینہ سے پہلے قباء میں کچھ دن قیام اور وہاں سرداروں کی آمد اور ہدایات کا دیا جانا، حکمت عملی کے انمول اور بے مثل نمونے ہیں۔

الغرض آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو صحابہؓ کو یوں لگتا تھا گویا ہر چیز دمکنے لگی ہے۔ مدینہ پہنچ کر عبادت کیلئے جس جگہ اور جس زمین کا انتخاب فرمایا وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت نکلی۔ ان خوش قسمت بچوں کے نام سہلؓ اور سھیلؓ بن رافع بن ابی عمرو بن عائذ بن ثعلبہ بن مالک بن النجار تھے۔ بنو نجار آنحضور ﷺ کا رشتے دار قبیلہ تھا۔ آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب کی والدہ سلمٰی بنو نجار سے تھیں۔ ان کی والدہ زغیبۃ بنت سھل بن ثعلبۃ بن الحارث تھیں۔ ہاں یہی وہ یتیم بھائی تھے جنہیں خدا نے اپنے فضل کے سایۂ عاطفت کے لئے چنا اور نہ صرف بدر اور احد کے غزوات میں سرور کائنات ﷺ کی رفاقت و معیت عطا کی بلکہ ان کی زمین کے اس ٹکڑے کو بھی یگانہ روزگار رفعت و برکت سے اس طرح نوازا کہ وہ ابدالآباد تک معزز اور مقدس قرار پایا۔

(ماخذ: ابن ہشام، ابن ناصر الدمشقی، جامع الآثار فی السیر ومولد المختار، ابونعیم الاصفہانی، معرفۃ الصحابۃ، ابن حجر العسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ابن سعد، کتاب الطبقات الکبیر)

ذرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

پہلے پاکستانی رینگلر

(آصف علی پرویز)

دوست: پچھلی گفتگو میں عبدالسلام صاحب کیمبرج پہنچ گئے تھے۔ یہ بتائیے کہ وہاں پر پڑھائی کیسے ہوتی ہے۔ کیا ہمارے کالجوں کی طرح؟

آصف: وہاں مختلف مضامین کی پڑھائی مختلف عمارتوں میں ہوتی ہے جنہیں ''اسکول'' کا نام دیا گیا ہے۔ مثلاً جہاں ریاضی کی تعلیم دی جاتی ہے اسے ریاضی کا سکول (School of Mathematics) اسی طرح کیمسٹری کا سکول۔ فزکس مشہور زمانہ کیونڈش لیبارٹری میں پڑھائی جاتی ہے۔ تمام طلباء مختلف سکولوں میں جا کر اپنے مضامین پڑھتے ہیں جہاں ایک ہی موضوع پر دو پروفیسر صاحبان بیک وقت لیکچر دیتے ہیں اور طالب علم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک پروفیسر کا لیکچر سنیں۔

دوست: ہمارے ہاں تو یہ طریق ہے کہ ایک رٹا رٹایا کورس ہوتا ہے جس میں سے ہی امتحان آتا ہے کیا وہاں بھی ایسا ہی ہے؟

آصف: کورس تو وہاں بھی متعین ہی ہوتا ہے لیکن طلباء سے خود بھی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے طور پر بھی مطالعہ کریں۔ طلباء کو چھوٹے چھوٹے گروپس میں بانٹ دیا جاتا ہے اور انکا ٹیوٹر انہیں اپنے کمرے میں مزید پڑھاتا ہے۔

دوست: مجھے تو اندازہ ہو رہا ہے کہ کیمبرج کی پڑھائی خاص مشکل ہوگی۔

آصف: محنتی طالب علم کیلئے اتنی مشکل نہیں ہوتی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں کمپیوٹر کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا تھا تو کلاسوں سے زیادہ وقت لائبریری میں گذرتا تھا تا کہ ذاتی مطالعہ سے مزید علم حاصل کیا جا سکے۔

دوست: پھر تو عبدالسلام صاحب نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا۔

آصف: یقیناً ایسا ہی کیا۔ انہیں علم تھا کہ ان کا ریاضی کا علم خوب وسیع ہے۔ لائبریری میں بہت سی اور بھی نایاب کتابیں موجود تھیں۔ چنانچہ انہوں نے تاریخ اسلام، اسلام اور تہذیبی ثقافت، اسلام کے اولین نامور سائنسدانوں کے حالات زندگی کا بھی مطالعہ کیا اور تو اور انہوں نے ہندو مذہب کے اٹھارہ شاستر بھی پڑھ ڈالے اور یوں انہوں نے اپنے دماغ کو بہت وسعت دی۔

دوست: کیا وہاں بھی ہماری طرح کے سہ ماہی، ششماہی وغیرہ امتحانات ہوتے ہیں؟

آصف: اس طرح کا نظام تو نہیں البتہ وہاں ایک ابتدائی امتحان (Preliminary Examination) ہوتا ہے جسے آپ نے یہاں بھی فرسٹ کلاس میں پاس کر لیا جبکہ انگلستان کے مشہور سکولوں مثلاً ایٹن (Eaton) اور ہیرو (Harrow) سے آئے ہوئے بعض طلباء تھرڈ کلاس میں پاس ہوئے۔ عبدالسلام صاحب نے اپنے ٹیوٹر سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ہم ابتدائی امتحان بہت سخت لیتے ہیں تا کہ ''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی'' ہوجائے۔

دوست: ابتدائی امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے کیا کیا؟

آصف: آپ نے ٹرائی پوز پارٹ 2، (Trypos II) کی پڑھائی شروع کی۔ تاہم وہ بعض اوقات Part-III کے لیکچر سننے بھی جاتے تھے جو نوبل انعام یافتہ پروفیسر پال ڈیراک (Paul Dirac) دیتے تھے۔ آپ ان کی ذہانت اور قابلیت سے بہت متاثر تھے۔ اور یہ انہیں کے لیکچروں کا اثر تھا کہ بالآخر آپ نے فزکس میں تحقیق کا فیصلہ کیا۔

دوست: آپ نے اپنا فائنل امتحان کب پاس کیا؟

آصف: 1948ء میں آپ نے ٹرائی پوز کا امتحان اول درجہ میں پاس کر لیا۔ یہاں میں بتاتا چلوں کہ ریاضی میں اوّل کلاس میں امتحان پاس کرنے والے کو رینگلر (Wrangler) کہتے ہیں آپ پہلے پاکستانی تھے جنہیں یہ اعزاز حاصل ہوا۔

دوست: ماشاءاللہ! آپ نے اول آنے والی روایت کو یہاں بھی برقرار رکھا۔

آصف: آپ کی پڑھائی مکمل ہو چکی تھی گو ابھی وظیفہ کی رقم باقی تھی۔ آپ نے حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ سے راہنمائی کی درخواست کی تو حضورؓ نے فرمایا: ''ہمارے نزدیک یہ آپ کی بزدلی ہوگی کہ ملا ہوا وظیفہ چھوڑ کر واپس آ جاتے ہیں۔'' چنانچہ انہوں نے اپنے سپروائزر سر فریڈ ہائیل (Sir Fred Hoyel) سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا یہ صحیح ہے کہ آپ نے پچھلے چھ سالوں میں فزکس نہیں پڑھی۔ لیکن میری پھر بھی رائے ہے کہ آپ تجرباتی فزکس پڑھیں نا کہ نظریاتی فزکس!

دوست: ان دو قسم کی فزکس میں کیا فرق ہے؟

آصف: نظریاتی فزکس میں زیادہ تر تھیوری (Theory) ہوتی ہے اور طالب علم اپنے علم اور شوق سے پڑھتا ہے۔ جبکہ تجرباتی فزکس میں بہت سے تجربات کرنے پڑتے ہیں اور تجربوں کے نتائج سے اپنی بات کو ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے Professor Higgs نے Higgs Boson particle آج سے پچاس سال پہلے دریافت کیا تھا۔ لیکن تجرباتی طور پر یہ پچھلے سال ہی ثابت ہوا۔

دوست: عبدالسلام صاحب نے اپنے ایک پروفیسر جے ایم ورڈی (J.M.Wordie) سے بھی مشورہ کیا (یہ بعد میں کالج کے پرنسپل بنے) انہوں نے بھی کہا آپ ضرور فزکس پڑھیں۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے یہ مشورہ اپنے دو ذہین ترین طلباء جی پی تھامسن اور این ایف موٹ کو بھی دیا تھا لیکن وہ فزکس میں فرسٹ کلاس نہ حاصل کر سکے۔ (یاد رہے کہ ان دونوں نے بعد میں نوبل انعام حاصل کئے)

دوست: یہ تو اب عبدالسلام صاحب کیلئے بہت بڑا چیلنج تھا۔ آپ نے بھی تو فزکس میں M.Sc کی ہے کیا ایسا ممکن تھا۔

آصف: بہرحال ناممکن تو نہیں تھا لیکن فزکس ایسا مضمون ہے جس کو آپ مسلسل نہ پڑھیں تو اعلیٰ نمبر لینا بہت مشکل ہے۔ اور وہ بھی تجرباتی فزکس میں! خیر آپ نے داخلہ لے لیا اور خوب محنت سے پچھلے چھ سال فزکس نہ پڑھنے کی پوری پوری تلافی کرنے کی کوشش کی لیکن تجربات میں آپ کو بڑی مشکل پیش آئی۔

دوست: وہ کیوں؟ کیا تجربات کرنا بہت مشکل ہے؟

آصف: چونکہ آپ نے ملکی تعلیم کے دوران فزکس میں بہت کم تجربات کئے تھے یعنی صرف F.Sc تک۔ اس لئے تجربات کا پرچہ آپ کے لئے بہت مشکل تھا۔ چنانچہ جب آپ نے آٹھ گھنٹے کا تجربہ کرنے کا امتحان دیا تو آپ وہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکے جن کی آپ کو توقع تھی۔ آپ نے خود ایک دفعہ بتایا کہ ''وہ میری زندگی کا مشکل ترین امتحان تھا'' (جاری...)